شریعت اسلامیہ کے ہر حکم میں آسانی کا پہلو ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۶؍اپریل ۱۹۷۹ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہّد و تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے یہ آیہ کریمہ تلاوت فرمائی:-

يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا (النساء:۲۹)

پھر حضور انور نے فرمایا:-

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ انسان کو ضعیف پیدا کیا گیا ہے۔

ضعیف اس معنے میں کہ خدا تعالیٰ نے جہاں اس کو نیکی کی بہت سی قوتیں اور طاقتیں عطا کی ہیں وہاں اس کو یہ اختیار بھی دیا ہے کہ وہ ان راہوں کو چھوڑ کر جو اس کے رب کی طرف لے جانے والی ہیں، ان راہوں کو اختیار کرے جن پر چل کر شیطانِ لعین سے وہ اپنا تعلق قائم کر لیتا ہے اور ضعیف اس معنی میں بھی کہ غیر محدود انعامات اس کے سامنے رکھے اور محدود عمل سے زیادہ کی اسے طاقت نہیں دی۔ کمزور ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ یہ ہے کہ وہ تمہارے بوجھ ہلکے کرے۔ تمہارے لئے آسانی پیدا کرے۔

اسلامی شریعت کا گہرا مطالعہ ہمیں اس حقیقت کی طرف لے جاتا ہے اور اس صداقت پر قائم کرتا ہے کہ ہر حکم شریعت اسلامیہ کا ایسا حکم ہے جس میں آسانی کے پہلو کو مدِّ نظر رکھا گیا ہے۔ اس وقت میں نے تین چار باتیں اصولی جو ہیں ان کو منتخب کیا ہے اس وقت کے خطبہ کے لئے۔

ایک یہ کہ انسان میں جو قوت اور طاقت ہے وہ اپنے نفس میں ایسی نہیں جو اسے خدا تعالیٰ تک پہنچا دیتی۔ انسان کی ساری نیکی کی طاقتیں بھی اس کے لئے بدی بن سکتی ہیں۔ اس میں کبر پیدا کر کے، اُس میں نخوت پیدا کر کے، اس میں ریا پیدا کر کے، اس میں جذبۂ نمائش پیدا کر کے، اس میں اپنے نفس کی پوجا کر کے اور پرستش کے جذبات پیدا کر کے، اس کی نیکیاں جو ہیں ان کے اندر وہ خود شرک کی ملاوٹ پیدا کر سکتا ہے۔ اس لئے چونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو نیکی کی طاقتیں بھی دیں ان کا بھی وہ غلط استعمال کر سکتا تھا۔ وہ انتہائی عاجزانہ نمازیں پڑھنے کے بعد بظاہر جو ہمیں نظر آتی تھیں خشوع اور تضرع کے ساتھ دعائیں کرنے والا لیکن اس کی روح اس میں غائب بھی ہو سکتی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس ضعف سے بچانے کے لئے اور آسانی کو پیدا کرنے کے لئے یہ انتظام کیا کہ اس کے لئے قبولیت دعا کے دروازے کھولے گئے اور اسے یہ حقیقت سمجھائی گئی کہ جو اعمالِ صالحہ بجالانے کی تمہیں طاقتیں عطا کی گئی ہیں ان کے ذریعہ سے محض تم خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل نہیں کر سکتے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ ساری نیکیاں کرنے کے بعد بھی تم خدا تعالیٰ کے دربار سے دھتکار دیئے جاؤ سوائے اس کے کہ تم اپنی عاجزانہ دعاؤں سے خدا تعالیٰ کے فضل کو جذب کرنے والے ہو۔ اگر تم اپنی نیکیوں کی قبولیت کے لئے عاجزانہ راہوں کو اختیار کرتے ہوئے دعاؤں کے ساتھ خدا تعالیٰ کے فضل کو جذب کرنے میں کامیاب ہو جاؤ گے اور یہ دروازہ تمہارے لئے کھلا ہے تو پھر تمہاری نیکیاں اس کے حضور قبول ہوں گی اور تم اس کے پیار کے مستحق ہو گے اور تمہیں اس کا ثواب ملے گا۔ تو قبولیت دعا کے نتیجہ میں ہماری راہ کو اللہ تعالیٰ نے آسان کر دیا۔ ہمارے بوجھ کو ہلکا کر دیا ورنہ یہ بوجھ ضعیف انسان کیسے اٹھا سکتا تھا کہ اپنے اعمال سے خدا تعالیٰ کو ثواب دینے اور پیار کرنے پر مجبور کر سکتا۔

تو پہلا اصول اس نے اس آسانی کے پیدا کرنے کا یہ بنایا کہ دعائیں کرو اور میرے فضل کو جذب کرو تا کہ میں تمہاری نیکیوں اور تمہارے اعمال صالحہ میں جو کمزوریاں اور خامیاں رہ گئی ہیں، انہیں مغفرت کی چادر میں ڈھانپ دوں اور تمہارے اعمال کو قبول کروں اور تم سے میں پیار کرنے لگوں۔

دوسری تخفیف جو ہے جو آسانی پیدا کی گئی ہے، وہ اسلام نے بڑے حسین پیرایہ میں اور بڑے عظیم طریق پر فرائض اور نوافل، عبادات کو اور حقوق کی ادائیگی کو ان دو حصوں میں منقسم کر کے پیدا کی ہے۔ فرائض انسان پر نیکیوں کا کم سے کم بوجھ ڈالتے ہیں اتنی آسانی سے اس کے نتیجہ میں کہ انسان جب خدا تعالیٰ کے فضلوں پر غور کرتا اور اس کے پیار کو دیکھتا ہے تو دنگ رہ جاتا ہے۔

نماز، دن میں پانچ دفعہ دو، چار، چار، تین، چار رکعتیں پڑھنی ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک باہر سے، دیہاتی علاقے سے مسلمان آئے اور انہوں نے کہا کہ کیا ہیں اسلام کے ارکان، نماز کے متعلق یہ فرائض آپ نے سارے فرائض بتائے۔ اس نے کہا میں فرائض پورے کروں گا اس سے زائد کچھ نہیں کروں گا۔ تو آپ نے فرمایا کہ اگر یہ اپنی بات پر قائم رہا اور خدا تعالیٰ نے اس کی اسے توفیق بھی دی تو **دخل الجنة** خدا اسے جنت میں بھیج دے گا۔ تو جنت میں داخل ہونے کے لئے فرائض ہمارے لئے رکھے۔ جنت میں داخل ہو کر جنت میں جو ارفع مقامات ہیں، مقامات محمودہ ان کے حصول کے لئے نوافل رکھ دیئے اور اس طرح امت مسلمہ کے لئے آسانی پیدا کر دی کیونکہ ہر شخص جو ہے نہ اس میں اتنی طاقت ہے نہ اس میں اتنا جذبہ ہے۔ ہر ایک کو کہا کہ کم از کم لے لو، کر لو تو خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل کر لوگے۔

روزے ہیں۔ بارہ مہینے میں سے ایک مہینے کے روزے رکھے۔ چوبیس گھنٹے میں سے کبھی بڑا ہوتا ہے کبھی چھوٹا میں اوسط لے لیتا ہوں۔ بارہ گھنٹے کا روزہ رکھ دیا یعنی بارہواں حصہ دنوں کے لحاظ سے اور پھر وہ جو صیام کے، رمضان کے ایام ہیں ان کا آدھا وقت کھانے کے لئے دے دیا اور آدھا خدا کی خاطر اور حقوق کی یاد دہانی کے لئے اور روح کی پاکیزگی کے لئے اور معاشرہ میں محبت و اخوت پیدا کرنے کا سبق دینے کے لئے بہت ساری حکمتیں ہیں۔ آدھا وقت روزہ کے لئے اور آدھا وقت جو ہے وہ کھانے کے لئے دے دیا۔ اس سے مختلف ممالک میں مختلف رنگ میں مسلمان نے فائدہ اٹھایا۔ میں مصر میں بھی کچھ عرصہ رہا ہوں وہاں کا طریق میں نے یہ دیکھا کہ افطاری سے لے کر سحری کھانے تک ساری رات بیٹھ کے باتیں بھی کرتے تھے اور ساری رات کھاتے رہتے تھے اور سحری کا جب وقت ہوتا تھا سحری کھاتے تھے اور ان کا

روزہ شروع ہوجاتا تھا پھر افطاری تک سورج غروب ہونے تک وہ روزہ دار تھے۔ تو کتنی آسانی پیدا کی۔

حج ہے۔ ساری عمر میں ایک حج فرض اور اس کی بھی بہت سی شرائط اور بنیادی ارکان اسلام میں سے ہے۔ تو بڑی سہولت اور آسانی پیدا کی لیکن جن کو خدا تعالیٰ توفیق عطا کرے اگر وہ ہر سال حج کر سکتے ہوں دوسروں کا حق مارے بغیر کیونکہ اب کوٹا سسٹم بن گیا ہے اس لئے یہ فقرہ بولا ہے تو ہر سال حج کریں لیکن فرض حج جو ہے وہ ایک ہے باقی نفلی حج ہوں گے اور سارا سال عمرہ کرتے رہیں۔ میں نے ایک جگہ کتاب میں پڑھا کہ جدّہ میں رہنے والے بہت سے لوگ روزانہ ہی شام کو مثلاً دکاندار ہے تو دکان بند کر کے مکہ مکرمہ چلے جاتے ہیں اور عمرہ کر کے آجاتے ہیں تو وہ نوافل ہیں۔

زکوٰۃ ہے۔ نصاب کے ماتحت دینی ہے جو صاحبِ نصاب ہے وہی دے گا لیکن جو مال کے خرچ کرنے کے نوافل ہیں وہ یہ ہیں کہ دنیا میں اگر ایک شخص مالی تنگی میں ہے تو امتِ مسلمہ اس کی ذمہ دار ہے۔

وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ (الذّاریات: ۲۰) جب تک ایک سائل اور ایک محروم بھی ہے، ساری امتِ مسلمہ کا فرض ہے کہ اس کی ضرورت کو اس کی حاجت کو پورا کرے اور اس کی تکلیف کو رفع کرے۔ وہ نوافل میں آتا ہے لیکن صاحبِ نصاب، نصاب دیتا ہے اور مالی قربانی کا جو فرض ہے وہ پورا کرتا اور خدا تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرتا ہے۔ جنت کا دروازہ جو زکوٰۃ نے کھولنا تھا وہ اس کے لئے کھول دیا گیا۔ جنت میں جو رفعتوں کے مقامات وہ حاصل کرسکتا ہے مالی قربانیوں کے نتیجہ میں وہ جتنا کرسکتا ہے، کرے۔ اس میں ہمیں حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، بھی نظر آتے ہیں کہ ایک وقت میں اسلام کو مال کی ضرورت پڑی تو گھر سے ہر چیز اُٹھا کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں ڈال دی۔ آپ نے پوچھا گھر میں کچھ چھوڑ کے آئے ہو تو انہوں نے کہا خدا اور اس کے رسول کا نام چھوڑ کے آیا ہوں۔ اس کے علاوہ مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں اور ہمیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے آدمی بھی نظر آتے ہیں جنہوں نے سوچا کہ آدھا گھر میں چھوڑ جاؤ آدھا لے جاؤ۔ کسی نے بہت کسی نے کم لیکن وہ

نوافل کی دوڑ تھی۔ وہ فرائض کے بعد شروع ہوتی ہے تو یہ ایک ہمیں نظر آتی ہے۔ میں نے غور کیا کہ ایک بڑی عظیم سہولت مسلمان کو دی گئی ہے کہ اس کی عبادات کو اور اس کے ادائیگی حقوق انسانی کو یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں فرض اور نفل دو علیحدہ علیحدہ بنیادی قسم کی ہر میدان میں، ہر میدانِ قربانی میں علیحدہ علیحدہ حقوق کی ادائیگی کی شکلیں بنا دیں۔ ایک پاس ہونے کے لئے، ایک اگر مقبول ہوجائیں ویسے نہیں، اگر مقبول ہوجائیں فرائض تو جنت کے دروازے کھل گئے لیکن جنت میں بھی رفعتیں ہیں۔ جنت میں بھی بلند مقام ہیں۔ جنت میں بھی خدا کے پیار پیار میں فرق ہے۔ جنت میں بھی یہ سمجھنا کہ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا پیار ملے گا ہر ایک کو ویسا ملے گا یہ تو ہماری عقل نہیں مان سکتی لیکن جنت میں ہر وقت دروازہ کھلا ہے ان رفعتوں کے حصول کا۔ جنت میں رفعتوں کے حصول کا دروازہ کھلا ہے اس دنیائے ابتلا اور امتحان میں نوافل کی ادائیگی کے ساتھ اور وہاں خدا تعالیٰ نے احادیث میں آتا ہے کچھ اور اصول بنائے ہیں وہ اس وقت میرے زیر بحث نہیں۔

تیسری سہولت ہمیں بنیادی سہولت جو ہر ہمارے عمل سے تعلق رکھتی ہے، وہ توازن کے اصول سے ہمیں سہولت عطا کی ہے یعنی ایک طرف پورا جھک جانا اور اس طاقت کو قریباً توڑ دینا اور دوسروں کو نظر انداز کر دینا اس کی اجازت نہیں۔ خدا تعالیٰ نے یہ نہیں کہا کہ حقوق العباد کو بھول کر چوبیس گھنٹے حقوق اللہ کو ادا کرتے رہو یا حقوق اللہ کے ان حصوں کو جن میں ذکر الٰہی ہے مثلاً گناہگار بن جاتا ہے آدمی، تو توازن کے اصول کو حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں قائم کر کے ایک نہایت حسین سہولت اور آسانی انسان کے لئے پیدا کی۔ میں نوجوان اور بچوں کو سمجھانے کے لئے اس توازن کی سہولت کو واضح کرنے کے لئے کھانے کی مثال لیتا ہوں۔ کھانے میں بھی اصولِ توازن قائم کیا گیا ہے۔ جو ہم کھانا کھاتے ہیں اے میرے بچو اور نوجوانو! وہ ایک قسم کا نہیں بلکہ جو کھانے کی تحقیق کی گئی ہے اس میں نشاستہ ہے، لحمیات ہیں، کاربوہائیڈریٹس ہیں جن کو ہم پروٹینز کہتے ہیں، اور ان میں پھر نشاستہ بھی کئی قسم کا ہے اور پروٹینز بھی کئی قسم کی ہیں اور اس میں وائٹامنز بھی ہیں اور اس میں منرلز بھی ہیں۔ بہت ساری چیزیں مل کے غذا بنتی ہیں، بہت سارے اجزا ہیں ہماری غذا میں اور ہمیں کہا گیا ہے کہ ان اجزا

کو متوازن رکھو۔ اس میں میٹھا بھی ہے شکر بھی ہے ایک۔ اچھا ہر چیز کو ہضم کرنے کے لئے ہمارے جسم کے بعض حصے کام کرتے ہیں مثلاً میٹھے کو ہضم کرنے کے لئے ہمارے جسم کے بعض غدود کیمیاوی اجزا پیدا کرتے ہیں جسم کے اندر کہ جن سے میٹھا جو ہے وہ طاقت کے اندر تبدیل ہوجاتا ہے اور اسی واسطے صحت مند جسم جو ہے اگر وہ مثلاً دو چھٹانک ایک دن میٹھا کھائے تو اسی کے مطابق غدود جو ہیں وہ کام کر رہے ہیں ان کے اوپر بوجھ پڑے گا اور کسی دن دوست بیٹھ جائیں اور آئس کریم کی دعوت اڑا رہے ہوں تو بہت سارا میٹھا کھالیں۔ یہ خدا تعالیٰ نے نظام ایسا کیا ہے جو خود بخود پھر وہ تیز ہوجاتا ہے یعنی دو چھٹانک کی بجائے اگر کسی نے چار چھٹانک کھالیا ہے تو غدود پر دگنا بوجھ پڑ گیا وہ کام کریں گے صحت مند غدود، لیکن انسان کے جسم کو بیمار نہیں ہونے دیں گے۔ وہ ذیابیطس کا بیمار نہیں ہوجائے گا۔ صحت مند جسم کئی دفعہ ایسا کبھی کم میٹھا کھا رہا ہے یا کاربوہائیڈریٹس بھی میٹھے میں تبدیل ہوتے ہیں یہ ایک ہی قسم کا ہے اس کو ہضم کرنے کے لئے وہ ہے۔ اس واسطے سہولت یہ پیدا کی کہ ہمارے جسم کے کسی ایسے حصہ کو ہمارے جسم کی کسی ایسی طاقت کو جو ایک خاص قسم کا کھانا ہضم کر رہا ہے اُس طاقت کو اتنا بوجھ تلے نہ دبا دیا جائے کہ وہ ٹوٹ جائے اس واسطے کہا متوازن کھاؤ۔ متوازن غذا جب کھاؤ گے تو جو میٹھا ہضم کرنے والے غدود ہیں ان کے اوپر متوازن بوجھ پڑے گا۔ جو لحمیات، پروٹینز ہضم کرنے والے حصے ہیں جسم کے اندر انتڑیوں میں بہت سارے انزائنز بن رہے ہیں جسم کے دوسرے حصوں میں کیمیاوی اجزا بن رہے ہیں جو گوشت اور دوسرے اس قسم کی پروٹینز کو ہضم کرتے ہیں تو ان کے اوپر اگر متوازن غذا ہوگی تو زیادہ بوجھ نہیں پڑے گا لیکن اگر آج صرف گوشت کھائیں تو ان کے اوپر بوجھ پڑ جائے گا اور دوسرے نکمے بیٹھ جائیں گے۔

تو جسم کی جو مشینری ہے جو کارخانہ ہے خدا تعالیٰ نے جسم میں پیدا کیا ہے اس کے مختلف حصوں پر غیر متوازن بوجھ پڑ کے جسم کے اندر کمزوری پیدا ہوجائے تو اسلامی تعلیم میں ایک توازن کا اصول ہے جس نے يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ کے ماتحت ہمارے لئے سہولت پیدا کی۔ یہی حالت عبادات کی ہے پہلے تو حقوق اللہ اور حقوق العباد میں روحانی ترقیات کو تقسیم کردیا۔ حقوق العباد میں سینکڑوں باتیں آتی ہیں۔ جذبات کا خیال رکھنا ہے، ان

کی صحتوں کا خیال رکھنا ہے، ان کی بھوک کا خیال رکھنا ہے، ان کے کپڑوں کی ضرورت پوری کرنی ہے کہ جو عناصر ہیں وہ ان کو دکھ نہ پہنچائیں ان کی تعلیم کا خیال رکھنا ہے، ان کی کفو میں شادیاں ہونے کا خیال رکھنا ہے۔ گنتے چلے جائیں سینکڑوں حکم ہیں اور سب میں ہر جگہ جب آپ دیکھیں گے وہ توازن آ جاتا ہے۔ ایک تو پہلے حقوق اللہ اور حقوق العباد میں توازن کر دیا۔ یہ کہا کہ تم حقوق اللہ کی ادائیگی میں اتنے محو نہ ہو کہ حقوق العباد کو بھول جاؤ۔ یہی توازن ہے نا توازن اسی کا نام ہے اور یہ کہا کہ تم حقوق العباد کی ادائیگی میں اتنے محو نہ ہو کہ حقوق اللہ کو بھول جاؤ۔ دونوں کے درمیان ایک توازن پیدا کر دیا۔ یہ مضمون خود جو ایک اصول ہے بڑی تفصیل چاہتا ہے۔ میں نے آپ کے سامنے کھانے کی ایک مثال پیش کی اور ساتھ آپ کو بعض روحانی باتوں کی طرف بھی توجہ دلا دی۔ اچھا اسی میں یہ جو اصولِ توازن ہے اس میں مثلاً صدقہ خیرات ہے، اس میں جب ہم نوافل میں آ گئے تو نوافل میں توازن رکھو قائم۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اپنے اموال کو نیکیوں میں اس طرح خرچ نہ کرو کہ تمہاری اولاد کو بھیک مانگ کر روٹی کھانی پڑے۔ توازن قائم کر دیا نا۔

اور چوتھا اصولِ سہولت جو ہمیں اسلام میں نظر آتا ہے وہ یہ ہے کہ اگرچہ امتداد زمانہ کے لحاظ سے دارالامتحان اور دارالابتلا کی زندگی انعام پانے والی اور اس کا نتیجہ حاصل کر کے زندگی جو انسان گزارے گا ان کے امتداد زمانہ کے لحاظ سے کوئی نسبت ہی نہیں۔ اس دنیا کی زندگی بیس سال کی، تیس سال کی، پچاس سال کی، ساٹھ سال کی، اسی سال کی، سو سال کی یا کچھ اور سال بیچ میں شامل ہو جائیں لیکن جو مرنے کے بعد کی زندگی ہے جنت کی زندگی، خدا تعالیٰ اپنے فضل سے ہم سب کو اپنی رضا کی جنتوں میں لے کے جائے، وہ زمانہ اتنا لمبا اور وہ جزا اتنی ہے کہ اس کو غیر محدود کہنا غلط نہیں ہوگا۔ تو محدود اعمال ہیں ایک طرف پڑے ہوئے دارالابتلا میں اور ایک طرف ایسی زندگی ہے جس کی نعمتیں غیر محدود ہیں اس کا انتظام کر دینا محدود اعمال کی غیر محدود جزا کا اعلان کر دینا کتنی بڑی سہولت پیدا کر دی۔ اگر انسان کو یہ کہا جاتا کہ جتنے عمل کرو گے اتنے ہم سے انعام لے لینا تو وہ تو پھر بعض روحانی طور پر بعض بہکے ہوئے دماغوں کی طرح ان کو پھر دارالابتلا میں آنا پڑتا۔ پھر یہ مصیبتیں جھیلنی پڑتیں۔ پھر کچھ عرصہ جنتوں میں گزارنا پڑتا۔ پھر

واپس آنا پڑتا اور اس دنیا کی جو نیکیاں ہیں میں تو سمجھتا ہوں کہ ساری عمر کی نیکیاں جو ہیں وہ خدا تعالیٰ کے پیار کے ایک جلوہ جو ہے اس کی قیمت بھی ادا نہیں کر سکتیں تو ستر سال کی زندگی دارالابتلا اس دنیا میں اور اس کے مقابلے میں ایک سیکنڈ کی زندگی جنت میں اور پھر وہ واپس آ جائے یہاں ستر سال گزارنے کے لئے پھر تو ایسا انتظام کرنا چاہیئے تھا نا لیکن یُرِیْدُ اللّٰہُ اَنْ یُّخَفِّفَ عَنْکُمْ وَ خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا انسان کو خدا تعالیٰ نے ضعیف اس جہت سے بھی بنایا کہ وہ اپنی محدود زندگی میں غیر محدود اعمال صالحہ بجا نہیں لا سکتا۔ خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا ہوگیا نا۔ انسان کو اتنی زندگی دی کہ اس کے اعمال جتنا مرضی زور لگا لیں اس کے اعمال صالحہ غیر محدود نہیں ہو سکتے۔ لیکن جو انعامات دیئے گئے جن کا وعدہ دیا گیا وہ غیر محدود ہیں تو یہ سہولت پیدا کر دی گئی انسان کے لئے۔ جو تم محدود عمل کرو گے اس کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ اپنے پیار کا یہ جلوہ ظاہر کرے گا کہ غیر محدود انعامات کا تمہیں وارث بنا دے۔ لیکن میں نے بتایا ہے کہ یہ میں نے موٹے موٹے اصول چار جو مجھے نظر آئے وہ میں نے لئے ہیں ورنہ اسلام کا ہر حکم ہمیں یہ بتاتا ہے اور یہ حقیقت ہمارے اوپر کھولتا ہے کہ یُرِیْدُ اللّٰہُ اَنْ یُّخَفِّفَ عَنْکُمْ اللہ تعالیٰ نے یہ ارادہ کیا ہے کہ ہمارے لئے سہولت کا سامان اور آسانی کا سامان پیدا کرے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ انسان ضعیف ہے اور وہ اس معیار کو نہیں پہنچ سکتا کہ جس کے اوپر یہ ہم کہہ سکیں کہ جو جنتیں ہیں وہ اس کے اعمال کے نتیجہ میں اس کو ملیں گی۔ اسی وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ہاں عائشہ! میں بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے ہی اس کی جنتوں میں جاؤں گا یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام، آپ کی عظمت، آپ کا جلال، آپ کا رتبہ اتنا بڑا ہے کہ کوئی انسان کیا آپ تو سارے انسان مل کے بھی اس مقام یعنی جو سارے انسان مل جائیں اور ان کے جو اعمال ہیں وہ لے لئے جائیں تو وہ اس مقام کے نہیں بنتے جو مقام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں اپنے رب کریم کے لئے تھا اور جس قسم کی قربانی خدا تعالیٰ کو خوش کرنے کے لئے اور اس کی رضا کے حصول کے لئے آپ نے خدا کے حضور پیش کی اور جس قسم کا پیار بنی نوع انسان سے آپ کے دل میں موجزن تھا اور کس طرح آپ نے قیامت تک کے انسانوں کی خیر خواہی اور بھلائی کے لئے تعلیم دی

لیکن ان ساروں کے باوجود محدود زندگی میں اور آپ کی زندگی بھی بڑی چھوٹی تھی۔ ہر لحظہ بھی اعمال جو ہیں غیر محدود زندگی کے تو نہیں بن سکتے اس واسطے آپ نے کہا میری زندگی کی بھی حقیقت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کا فضل ہی مجھے جنت میں لے کے جائے گا اور یہ بھی حقیقت ہے کہ خدا تعالیٰ نے بے انتہا فضل کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اللہ تعالیٰ آپ کے درجات کو بلند ہمیشہ کرتا چلا جائے اور ہمیں آپ کے اسوہ پر چلنے کی توفیق عطا کرے اور جن سہولتوں کی طرف قرآن کریم کی تعلیم نے ہماری راہنمائی کی ہے انہیں سمجھنے، ان سے فائدہ اٹھانے کی ہمیں توفیق ملتی رہے اور خدا کرے کہ ہم اپنی تمام کمزوریوں اور غفلتوں کے باوجود اور ہر قسم کی غلط یلغاروں کے باوجود ہماری ایک نیکی کو وہ پسند کرے لیکن پسند اس طرح کرلے کہ وہ کہے کہ آؤ میں تمہیں اپنی رضا کی جنت میں داخل کرتا ہوں اور پھر ہمیں کسی اور چیز کی ضرورت نہیں رہتی اور ہمیں توفیق دے کہ اس کے جو بندے ہیں ان کی خدمت بھی ہم اس کے مطابق کرسکیں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کی خواہش تھی۔ آمین۔

(از رجسٹر خطبات ناصر غیر مطبوعہ)